© rasailojaraid.com

شذرات

حضرتِ شاہ ولی اللہؒ سے متعلق علمی تحقیقات اور بالخصوص تصوف اور صوفیائے کرام سے دلچسپی رکھنے والوں کے ہاں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر خلیق احمد نظامی کا نام کافی مشہور ہے موصوف نے ابھی حال میں ایک سیمینار میں ایک مقالہ پڑھا، جس میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا اصلاحی و تجدیدی کا ذکر کیا، اس ضمن میں انہوں نے کہا۔ شاہ ولی اللہؒ کے افکار میں کئی انقلابی اصلاحی پہلو ایسے تھے، جن سے مسلمانوں کے دینی نظامِ فکر کا ایسا ڈھانچہ تیار ہو سکتا تھا، جو عہد جدید کے تقاضوں کو پورا کرتا، مگر اس طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ نظامی صاحب کی رائے میں شاہ ولی اللہؒ اُس دور میں تغیر و انقلاب کی علامتیں دیکھ لی تھیں اور اُنھوں نے اپنے ہم عصروں کو اس ضرب سے آگاہ کر دیا تھا۔ جو اُن کے قدیم نظامِ فکر اور زندگی کے پُرانے ڈھنگ پر پڑنے والی تھی۔

پروفیسر نظامی صاحب کے اس مقالے پر بحث کے دوران یہ اُمور منتج ہوئے۔ شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ دو زاویہ نگاہ سے کرنا چاہیئے۔ ایک تو ان کے وہ خیالات ہیں جو عارضی صورتِ حال اور واقعا کا ردِ عمل کہے جا سکتے ہیں۔ اس ردِ عمل کا اظہار انہوں نے عام طور پر عہد وسطیٰ کی علمی و ادبی اصطلا میں کیا۔ دوسرا یہ کہ اُن کے افکار کا ایک جامع ہیولیٰ ہے، ان کی بنیاد اُن کا گہرا دینی شعور بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کا شدید احساس اور ہندوستان میں اسلام کے تاریخی پس منظر کا واضح تصو اس پس منظر میں انہوں نے اسرارِ شریعت کے جو نکات بتائے اور جو خیالات پیش کئے، وہ بنیاد طور پر اصلاحی تھے۔ اور بعد میں جو مختلف تحریکیں اُٹھیں ان کے پیچھے ولی اللّٰہی خیالات صاف طور پر کارفرما دیکھے جا سکتے ہیں

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم و مغفور نے بھی اپنی کتابوں میں تعلیمات ولی اللّٰہی کی اس دوگانہ حیثیت بار بار زور دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ گو شاہ ولی اللہؒ دہلی کی زبان میں بات کرتے ہیں، لیکن ان کے مخا دہلی کے اعلیٰ طبقہ کی توسط سے ایک طرف یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی عربی و عجمی قومیں ہیں تو دوسری طر یونان، ایران اور ہند کی آرین قومیں بھی مساوی درجہ پر خطاب میں شریک ہیں۔

مولانا مرحوم نے دوسری جگہ اس کی تشریح یوں کی ہے ۔ امام ولی اللہ کی تصانیف میں جس قدر قوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذکور ہیں وہ دراصل ان کے فلسفہ کے اساسی اصول ہیں اور انسانیت عامہ کو اسی کی دعوت دی گئی ہے اور اس ضمن میں جس قدر شریعت کے مسائل بیان کئے گئے ہیں، وہ ان قواعد کی مثالیں ہیں۔ ان عمومی قواعد کو ان مخصوص مثالوں میں منحصر نہیں سمجھنا چاہیئے۔

اب ہوا یہ کہ شاہ ولی اللہؒ کی وہ تعلیمات جنہیں "عارضی موقتہ حال اور واقعات کا ردِ عمل" کہنا چاہیئے ان پر تو شاہ صاحب کے بعد آنے والوں نے بہت زور دیا، لیکن شاہ صاحب کی تعلیمات کا اساسی فکر جو بڑا جامع اور آفاقی تھا، اور جس سے انسانیتِ عامہ اکتسابِ فیض کر سکتی تھی، اس کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے اس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے، ہمارے اہل علم شاہ ولی اللہ صاحب کو ایک مدرسہ اور ایک مسجد کا مجدد یا امام وغیرہ وغیرہ تو سب کچھ مانتے ہیں لیکن یہ کہ وہ تمام انسانیت کی اصلاح کے داعی تھے، یہ بات اُن پر شاق گزرتی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں اس وقت جتنی بھی مسلمانوں کی دینی اصلاحی تحریکیں ہیں۔ وہ کسی نہ کسی حد تک حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے نامور فرزند و جانشین شاہ عبدالعزیزؒ سے متاثر ہیں بلکہ علامہ اقبال اور مولانا شبلی تک نے بھی ان بزرگوں کے افکار سے استفادہ کیا ہے۔ اس ضمن میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سرسید احمد خاں کو بھی اُن مصلحین میں شمار کیا ہے جو شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے متاثر ہوئے، اُن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سرسید احمد خاں نے شاہ ولی اللہ کے نظریہ اجتہاد کو اپنی تحریک کا بنیادی اصول قرار دیا۔ اور ایک لحاظ سے انہوں نے شاہ ولی اللہؒ کے مشن اور کام کو پورا کیا۔ سرسید نے عہد وسطیٰ کے از کار رفتہ تصورات کے خلاف اعلان جنگ کیا اور ہندوستانی اسلام میں جدیدیت کی بنیاد رکھی۔

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم بھی سرسید کے علمی مکتب کو فکر ولی اللّٰہی کے سلسلے کی ایک کڑی سمجھتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ شاہ صاحب کی عقلیت کا سرسید کے ہاں ایک طرح کا بروز ہوتا ہے۔ بے شک دین اور عقلیت کی تطبیق میں سرسید سے غلطیاں ہوئیں، لیکن سرسید کا یہ اقدام کہ دین کو اپنے دور کی مسلّمہ عقلیت کے مطابق کر کے اہل علم کے سامنے پیش کیا جائے، ہر لحاظ سے مستحسن تھا۔ اس سے جمود ٹوٹا اور ذہن کے دریچے کھلے۔ ایک زمانے میں مولانا سندھی کی طرح مولانا ابوالکلام آزاد بھی سرسید کے افکار سے متاثر ہوئے اور اسی سے ان دونوں بزرگوں کے ہاں فکر نو کے سوتے پھوٹے۔

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم نے برصغیر کی ملتِ اسلامیہ کے لئے مستقبل کا جو پروگرام بنایا تھا، اس میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا تھا کہ کالج یا پارٹی جس سے اُن کی مراد علی گڑھ مدرسۂ فکر تھا۔ اور علی گڑھ مدرسۂ فکر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ عام طور پر جدید مغربی تعلیم پاتے ہوئے طبقے مراد لیتے تھے، دیو بند پارٹی سے، جس سے مولانا مرحوم کا مط[لب] قدیم دینی مدارس کے فارغ التحصیل تھے مل کر کام کرے۔ مولانا سندھی لکھتے ہیں:۔ ہمارا یقین ہے کہ ہن[دی] مسلمانوں کا انگریزی پڑھا طبقہ جسے ہم کالج پارٹی کا نام دیتے ہیں، آگے چل کر لامحالہ ترکوں کے کمالی پروگرا[م] قبول کرے گا۔ چونکہ ترکی میں کمالی پروگرام کے ساتھ لادینیت بھی آگئی ہے اور لادینیت کے معاملے میں ہم س[مجھوتہ] نہیں کر سکتے، اس لئے اس کو روکنے کے لئے ہم امام ولی اللہ کی فلاسفی کو اپنے پروگرام کا ضروری اساس بتاتے [ہیں]

کالج پارٹی اور دیو بند پارٹی کو ایک تاریخی رشتے میں پرونے کے لئے مولانا سندھی تو یہاں تک فرما[تے] تھے کہ دہلی کا وہ مدرسۂ فکر جس کی بنیاد شاہ ولی اللہ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم نے رکھی تھی، شاہ ولی [اللہ،] شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد اسحٰق کے ذریعہ کسی نہ کسی شکل میں ۱۸۵۷ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد اس م[درسے] کا ایک حصہ دیو بند منتقل ہوا، اور دوسرا علی گڑھ۔ اس لحاظ سے مولانا محمد قاسم کی طرح سر سید احمد خا[ں] مدرسہ ولی اللّٰہی سے منسلک ہیں۔ مولانا کی اس سے مراد استاد اور شاگرد کے رشتے کی نہیں، بلکہ ایک مجموعی فکر سے ہے، جسے اصطلاحاً "مدرسہ" کہا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ کے فکر میں وہ عمومیت بھی ہے، جو اساس بن سکتی ہے انسانیتِ عامہ کی تشکیل و تنظی[م کی] اور اس میں ملیت کی وہ خصوصیت بھی ہے جس کی بنیاد پر مسلمان اپنی اجتماعی زندگی استوار کر سکتے ہیں [اس] لئے بھارت کے مسلمان آج جن حالات سے درپیش ہیں، ان میں اپنی اسلامیت کو زندہ و توانا رکھنے کے۔ اس فکر سے بہت کچھ لے سکتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں مسلمان اسلامی معاشرہ، اسلامی اجتماع، اسلامی معی[شت] و سیاست کی تکوین میں جو کوشاں ہیں، اس میں اُن کو فکرِ ولی اللّٰہی سے نہ صرف روشنی بلکہ کافی علمی مواد مل [سکتا] ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں کے مسلمانوں کے فہمیدہ طبقے شاہ و[لی اللہ] اور اُن کے مدرسۂ فکر کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ طرزِ قدیم کے دینی مدرسوں اور کالجوں اور یونیو[رسٹیوں] کے شعبہائے اسلامیات میں شاہ ولی اللہ کی کتابیں داخل نصاب ہوں۔ اور مدرسۂ ولی اللّٰہی کے سلسلے کو آگے بڑھایا جائے۔ کوئی بھی فکر ایک جگہ رُک کر زندہ نہیں رہ سکتا، اس میں عمل ارتقاء برابر جاری رہنا چ[اہئے]

ہمارے نزدیک پاکستان میں اسلامی اجتماعیت کی تشکیل کی یہی راہ ہے، اس پر چلنا آسان بھی۔ اور یہ بہت حد تک ہمیں منزلِ مقصود تک لے بھی جا سکتی ہے۔

© rasailojaraid.com